حکمتِ عملی کے اصول

آئیڈیلزم اور حکمتِ عملی

ہم اپنی تحریک خلا میں نہیں چلا رہے ہیں بلکہ واقعات کی دنیا میں چلا رہے ہیں۔ اگر ہمارا مقصد محض اعلان و اظہارِ حق ہوتا تو ہم ضرور صرف بے لاگ حق بات کہنے پر اکتفا کرتے۔ لیکن ہمیں چونکہ حق کو قائم بھی کرنے کی کوشش کرنی ہے اور اس کی اقامت کے لیے اسی واقعات کی دنیا میں سے راستہ نکالنا ہے، اس لیے ہمیں نظریات اور حکمتِ عملی کے درمیان توازن برقرار رکھتے ہوئے چلنا پڑتا ہے۔

آئیڈیلزم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے آخری مقصود کو نہ صرف خود پیشِ نظر رکھیں بلکہ دنیا کو بھی اس کی طرف بلاتے اور رغبت دلاتے رہیں اور حکمتِ عملی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے مقصود کی طرف بتدریج بڑھیں اور واقعات کی دنیا میں ہم کو جن حالات سے سابقہ ہے ان کو اپنے مقصد کی طرف موڑنے، اس کے لیے مفید بنانے اور مزاحمتوں کو ہٹانے کی کوشش کرتے رہیں۔ (رسائل و مسائل، ج ۴، ص ۳۲۲-۳۰۵)

تبدیلی، جمود اور زائد از شریعت پابندیاں

میرے نزدیک کوئی گروہ، اسی زمانے میں نہیں کسی زمانے میں بھی نہیں، جاہلیت سے لڑ کر اسلامی نظامِ زندگی قائم کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ تجربات سے سبق سیکھ کر، اور حالات کو سمجھ کر، اپنی پالیسیوں میں ایسا ردوبدل نہ کرتا رہے جس کی حدودِ شرع کے اندر گنجائش ہو۔ آپ کو اگر فی الواقع یہ کام کرنا ہے اور صرف تبلیغ کا فرض انجام دے کر نہیں رہ جانا ہے تو اپنے اوپر ان پابندیوں کو کافی سمجھیے جو خدا اور رسول ﷺ کی شریعت نے آپ پر عائد کی ہیں اور اپنی طرف سے کچھ زائد پابندیاں عائد نہ کر لیجیے۔ شریعت پالیسی کے جن تغیرات کی وسعت عطا کرتی ہو، اور عملی ضروریات جن کی متقاضی بھی ہوں، ان سے صرف اس بنا پر اجتناب کرنا کہ پہلے ہم اس سے مختلف کوئی پالیسی بنا چکے ہیں، ایک بے جا جمود ہے۔ اس جمود کو اختیار کر کے آپ ''اصول پرستی'' کا فخر کرنا چاہیں تو کر لیں، مگر یہ حصولِ مقصد کی راہ میں چٹان بن کر کھڑا ہو جائے گا۔ اور اس چٹان کو کھڑا کرنے کے لیے آپ خود ذمہ دار ہوں گے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے کھڑا نہیں کیا ہے۔ (آئندہ لائحہ عمل، ص ۲۳۶-۲۳۵)

اصول و مقصد اور حالات کے تقاضے

"پاکستان کے موجودہ حالات میں 'عوام کے رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے" ہماری سیاسی پالیسی کیا ہونی چاہیے' میں اس کا ایک اصولی جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ ہمارے رفقا کسی غلط طرز فکر میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم جس ملک میں 'جس قوم میں 'جس زمانے میں اور جن حالات میں کام کر رہے ہیں 'ہمیں کوئی پروگرام بناتے ہوئے ان سب کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ لیکن ہماری دعوت لازماً ایک ہی رہے گی' ہمارا بنیادی مقصد بھی قطعاً ناقابل تغیر ہو گا' اور اپنا عملی پروگرام بناتے ہوئے ہم ان چیزوں کو صرف اس حیثیت سے ملحوظ رکھیں گے کہ اس ملک میں 'اس زمانے کے حالات میں 'ہم اپنی دعوت کو کس طریقے سے فروغ دیں 'اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے اس قوم کے اچھے رجحانات سے کس طرح فائدہ اٹھائیں 'اور اس کے برے رجحانات کو کس طرح بدلیں کہ وہ ہمارے مقصد کی راہ میں کم ازکم رکاوٹ تو نہ بن سکیں۔ اس نقطہ نظر سے ان چیزوں کو ملحوظ رکھنا تو عین تقاضائے حکمت ہے 'لیکن اگر ہم زمان و مکان کے حالات اور لوگوں کے رجحانات کو دیکھ کر اپنی دعوت اور اپنے مقصد ہی پر نظرثانی کرنے بیٹھ جائیں تو یہ سراسر گمراہی ہے جس کا خیال تک ہمارے ذہن میں نہ آنا چاہیے۔

طریق کار حالات کے لحاظ سے بدلا جاسکتا ہے۔ حکمت عملی میں لوگوں کے اچھے یا برے رجحانات کے لحاظ سے تغیر کیا جاسکتا ہے۔ مگر اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسلام اور اس کی دعوت کے جو اصول مقرر کر دیے ہیں' ان میں ذرہ برابر کوئی ردوبدل لوگوں کے رجحانات یا زمانے کے حالات کو دیکھ کر نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ اور اس کے رسول ؐ نے جس چیز کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے 'ہمیں ہر حال میں اسی کو قائم کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم جس ملک میں کام کر رہے ہوں' اس کے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے ہم اس مقصد کے لیے سعی و جہد کے ایک طریقے کو موزوں پاکر اختیار کر لیں اور دوسرے طریقے کو ناموزوں سمجھ کر ترک کر دیں۔ اسی طرح جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول مٹانا چاہتے ہیں' ان کو مٹانا ہی ہماری کوششوں کا ہمیشہ مقصود رہے گا' یہ اور بات ہے کہ ہم اپنی استطاعت اور ملک کے حالات اور عوام کی مزاجی کیفیات کو دیکھ کر یہ طے کریں کہ کن چیزوں کو مٹانے کی کوشش مقدم اور کن کے مٹانے کی کوشش موخر رکھی جانی چاہیے۔ نیز یہ کہ اس غرض کے لیے ہم کون سی تدابیر اختیار کرسکتے ہیں اور کن تدابیر کا اختیار کرنا غیرممکن' غیرمفید یا غیر مناسب ہے۔

(تصریحات ، ص ۳۰۶-۳۰۶۱' اجتماع ارکان لاہور' ۱۹۷۵)